Lesson 8: Al-A'araaf (Ayaat 154- 168):Day 31

سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف کی تفسیر

آج کے سبق میں موسیٰؑ کی قوم کا قصّہ ہی چل رہا ہے۔

آج کے سبق میں ہم خاص طور پر یہ دیکھیں گے کہ لوگ کس طرح اللہ کے حکموں کو بدل دیتے ہیں۔

کل تک تو بنی اسرائیل خواہش کرتے تھے کہ کوئی نبیؑ آئے اور اُن کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائے اور اُن کی رہنمائی کرے۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا۔ موسیٰؑ کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے تورات لے کر واپس آئے۔

ہم دیکھیں گے کہ کتاب آجائے تو پھر لوگوں کو رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اور اُس کا اُن کی زندگی پر کیا اَثر ہوتا ہے؟

آج ہم خاص طور پر یہ دیکھیں گے کہ اللہ کے نبیؐ کا اُن کی کتاب میں کتنا خوبصورت تعارف تھا۔ اللہ کے نبیؐ کی وہ خوبیاں جو اُن کی کتاب میں بتائی گئی تھیں۔ یعنی وہ نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو۔ اللہ کے نبیؐ اور مسلمان اُمّت کے بارے میں ان کی کتابوں میں کیا بتایا گیا تھا۔

ہمارے سبق میں اصحابِ سبت کا بھی ذِکر آئے گا۔ کہ جب اللہ کا حکم آجائے اور لوگ اُن کا مذاق اُڑانے کی کوشش کریں تو اللہ ایسے لوگوں کی شکلوں کو مسخ کر دیتا ہے۔

اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ ہم سے ان آیات کا حق اَدا کروائے۔ آمین

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے تختیوں کو اٹھایا اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ان کے واسطے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں (۱۵۴)

سَكَتَ: یعنی چلا گیا، الْغَضَبُ: غصّہ۔

یعنی موسیٰؑ کو غصّہ تو آیا لیکن ٹھہرا نہیں۔ دوسرا یہ کہ بندۂ مومن کی تصویر دیکھیں کہ موسیٰؑ نے اپنا کام نہیں چھوڑا۔ تختیوں کو پھر سے اُٹھالیا۔

بعض اوقات ہم غصّے یا اپنے رویے کی وجہ سے کام چھوڑ دیتے ہیں۔

ہمارے ہاں لوگ کہتے ہیں، آج مجھے غصّہ آیا ہوُا ہے، آج میں اُداس ہوں۔ آج میرا موڈ اچھا نہیں۔ آج میں خوش ہوں۔ ہم اپنے موڈ کی وجہ سے کام چھوڑ دیتے ہیں۔

بندۂ مومن جذباتی ہو کر کام نہیں چھوڑتا۔

دین کے کام میں انسان اللہ کی خاطر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ کیسے صحابہ کرامؓ بیویوں کے پاس سے اُٹھ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کیسے جہاد کے حکم پر بستر سے نکل کر چل پڑتے تھے۔ حنظلہؓ کی مثال یاد کریں۔

نُسْخَتِهَا: ن س خ۔ نسخہ معنی لکھا ہوُا۔ مضامین یا کتاب۔ یہ اصل بھی ہوتا ہے نقل بھی۔

موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم پر جو غصہ تھا جب وہ جاتا رہا تو سخت غصے کی حالت میں جن تختیوں کو انہوں نے زمین پر ڈال دیا تھا، اب اٹھالیں۔ یہ غصہ صرف اللہ کی راہ میں تھا کیونکہ آپ کی قوم نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ ان تختیوں میں ہدایت ورحمت تھی۔
کہتے ہیں کہ جب کلیم اللہ نے تختیاں زمین پر ڈال دیں تو وہ ٹوٹ گئیں، پھر انہیں جمع کیا۔

"۔۔۔اس میں ان کے واسطے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں"۔

کتاب سے رحمت اور ہدایت صرف اُن کو ملے گی جو اللہ سے ڈرتے ہونگے۔

لوگوں کو غصّہ چار طرح سے آتا ہے۔کچھ لوگوں کو غصّہ؛

1. جلدی آتا ہے جلدی چلا بھی جاتا ہے۔
2. دیر سے آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔
3. جلدی اتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔
4. دیر سے آتا ہے لیکن جلدی چلا جاتا ہے۔

بہترین یہی ہے کہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے۔موسیٰؑ کو شرک دیکھ کر غصّہ آیا لیکن جلدی چلا گیا۔اپنے مشن پر نظر رکھی۔

اب ہم اپنا محاسبہ کریں۔کہ مجھے غصّہ کیوں آتا ہے؟میرا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

ہم نے اپنے اوپر قابو کرنا ہے۔اللہ سے ڈرنا ہے۔جب بھی غصّہ آئے تو اللہ کی کتاب سے رجوع کریں۔یاد رکھیں هُدیً للمتقین۔اور یَرْھَبُوْنَ یعنی اس طرح کا خوف کہ جو بندے کو اللہ سے جوڑ دے۔یہ وہ خوف ہے جو انسان کو جہنم سے ڈرا کر رکھتا ہے۔

دو چیزیں ہے جن کی وجہ سے انسان نیک عمل کرتا ہے۔ایک ہے خوف اور دوسرا ہے ترغیب۔اُمید کہ ہم نیک عمل کرکے جنت میں جائینگے۔انشاءاللہ

حدیث کا خلاصہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا؛کتنا عجیب ہے وہ شخص جو جہنم سے ڈرتا ہے اور سو رہا ہے۔جو جنت چاہتا ہے لیکن سو رہا ہے۔(یعنی سُستی اور کاہلی کی وجہ سے کوشش ہی نہیں کرتا)۔

جہنم کو یاد کریں پھر ڈر لگے گا۔پھر انسان کی سوئی ہوئی صلاحتیں جاگ جاتی ہیں۔

اللہ کا خوف کوئی پولیس آفیسر والا ڈر نہیں ہے بلکہ اللہ کی محبت والا ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔پھر یہ خوف انسان کو رات کو جگائے گا اور عبادت کروائے گا۔

وَاخۡتَارَ مُوۡسٰى قَوۡمَهٗ سَبۡعِيۡنَ رَجُلًا لِّمِيۡقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ قَالَ رَبِّ لَوۡ شِئۡتَ اَهۡلَكۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَاِيَّاىَ‌ ؕ اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا‌ ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ‌ ؕ اَنۡتَ وَلِيُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا‌ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ گاہ پر لانے کے لیے چن لیے پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑا تو کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہماری قوموں کے بیوقوفوں نے کیا یہ سب تیری آزمائش ہے جسے تو چاہے اس سے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھا رکھے تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے (۱۵۵)

وَاخۡتَارَ: خ ی ر۔ خیر کا طلب کرنا۔

کچھ اجتماعی گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ اجتماعی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے حسب فرمان الٰہی اپنی قوم میں سے ستر شخصوں کو منتخب کیا اور جناب باری سے دعائیں مانگنا شروع کیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی دعا میں حد سے تجاوز کر گئے۔ کہنے لگے: اللہ تو ہمیں وہ دے جو نہ ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو، نہ ہمارے بعد کسی کو دے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اور ان پر بھونچال آ گیا۔ جس سے گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ موسیٰؑ نے جب تورات کے احکام سنائے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ ہمیں کیا معلوم یہ واقعی آپ پر نازل ہوئی ہے یا خود سے لکھ لی ہے۔ یہ قوم نبیوںؑ پر بھی الزام لگانے سے باز نہیں آتی تھی۔ موسیٰؑ نے پھر بارہ قبیلوں میں سے ستّر لوگ لئے۔ یہ لوگ بہت حجّت بازی کرتے تھے۔ بحث کرتے تھے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ہم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اِن پر آسمانی بجلی گری۔

انہیں لے کر آپ اللہ تعالیٰ سے بنی اسرائیل کی گاۓ پرستی کی معذرت کرنے کے لئے گئے تھے۔ یہاں جب وہ پہنچے تو کہنے لگے: ہم تو جب تک خود اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، ایمان نہ لائیں گے۔ ہم کلام سن رہے ہیں لیکن دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر کڑاکے کی آواز ہوئی اور یہ سب مر کھپ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے رونا شروع کیا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ ان کے یہ بہترین لوگ تھے۔ اگر یہی منشاء تھی تو اس سے پہلے ہی ہمیں ہلاک کر دیا ہوتا۔"

موسیٰؑ پریشان ہو گئے۔ کہ بنی اسرئیل بہت تاویلیں کرتے تھے۔

بحث اور حجت بازی کرنے والا انسان کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ بال کی کھال نہ نکالیں۔

موسیٰؑ انسانی ناطے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یااللہ چند جاہلوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ کر۔

یوں لگتا ہے کہ موسیٰؑ اللہ سے باتیں کر رہے ہیں کہ یہ فتنہ: امتحان، آزمائش یا عذاب ہے۔

موسیٰؑ اپنی طرف سے وضاحت کر رہے ہیں کہ میں نے تو امر بالمعروف کا حق ادا کیا ہے۔

جب کبھی آپ پر آزمائش آئے تو اپنا محاسبہ کریں۔ کیا ہم امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کر رہے ہیں؟ استغفار کریں۔ جب بھی زندگی میں کوئی پریشانی آئے تو ہمت نہ ہاریں۔

کبھی یہ نہ سوچیں کہ ہم تو نیک ہیں۔ ہم تو اللہ کی کتاب سے جُڑے ہوئے ہیں ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی۔ اللہ ہماری آزمائش کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ سے تعلق کو مضبوط رکھیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ سے خیر مانگتے رہیں۔ مشکلات میں گھبرائیں مت۔ موسیٰؑ کی دُعا دیکھیں؛

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

پھر موسیٰؑ نے معافی مانگی۔ اور بات آگے جاری ہے؛

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾ اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ ہم نے تیری طرف رجوع کیا فرمایا میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں کرتا ہوں اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں جو رجوز کواۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (۱۵۶)

حَسَنَةً یعنی نیکی توفیق مانگ رہے ہیں۔ صحت اور لوگوں سے بے نیازی مانگ رہے ہیں۔ لوگوں کی باتوں میں آکر کسی فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

حَسَنَةً : آخرت کی بھلائی، نیکی قبول ہو جائے۔ آخرت سنور جائے۔ جنت مل جائے۔

ایک تفسیر ہے کہ ان کو 'اِنَّا هُدْنَآ' کی وجہ سے یہودی کہا جاتا ہے۔ یہاں سے پتا چلتا ہے کہ ان سب کی توبہ قبول ہو گئی۔ سب دوبارہ زندہ ہو گئے۔

اَشَاۗءُ : واحد متکلم۔ اللہ سبحان وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

یعنی دعا تو سب کرتے ہیں لیکن قبول صرف اُن کی ہوتی ہیں جو اُن کے صحیح حق دار ہوتے ہیں۔

حدیثؐ؛ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ کوئی آپ سے کہے کہ میرے لئے دعا کر دیں۔ آپ دعا کر دیں۔

فرشتے بھی آپ کی دعا پر آمین کہہ دیتے ہیں۔ جو کسی کے لئے مانگتا ہے اللہ اُس کو بھی عطا کر دیتا ہے۔ وہی دعا اللہ کے پاس پہنچتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ اس بندے نے فلاں کے لئے دعا کی تھی۔

اللہ آپ کو دعا کرنے کا اَجر دیتا ہے۔ لیکن جس کے حق میں کی تھی اُس کے معاملہ اللہ کی مرضی ہے قبول کرے یا نہیں۔ سورۃ شوریٰ آیت 30 میں ہے؛

وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ؕ﴿۳۰﴾

اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے (۳۰)

مجھے اور آپ کو اتنی ہی دعا لگے گی جتنی میں Deserve کرتی ہوں۔

ہم پر جو چھوٹی سی مشکل بھی آتی ہے یا کوئی بڑی پریشانی وہ ہماری آزمائش ہوتی ہے۔ ہمارے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

'۔۔۔اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے۔۔' دُنیا ہر چیز پر اللہ کی رحمت چھائی ہوئی ہے۔

یہ کائنات اللہ کی رحمت کا اظہار ہے۔ رحمت دو طرح کی ہے۔

رحمتِ عامہ: ساری مخلوق کو ملی ہوئی ہے۔ ہم اس دنیا کی نعمتوں سے فائدے اُٹھاتے ہیں۔ موسم بہترین ہیں۔ رات میں آرام۔ عام طور پر صحت مند رہتے ہیں۔

رحمتِ خاصہ۔ یہ خاص لوگوں کے لئے ہے۔ یہ کن لوگوں کو ملے گی؟

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا؛

1. جو ڈرتے ہیں
2. جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور
3. جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

دِل میں تقویٰ لے آئیں۔ نفس کو ہر اُس چیز سے بچالیں جو نفس کو گناہ میں مُبتلا کر دے۔

غصّہ نہ کریں۔ خیر خواہی کریں۔ اپنی نعمتوں اور مال کو دوسروں کے ساتھ شئیر کریں۔

کیا دِل میں سکون ہے۔ اندر سے نیت کیسی ہے۔ تقویٰ انسان کی ذاتی حالت ہے اور زکوٰۃ کا تعلق دوسروں سے ہے۔

ایمان لے آئیں۔ اللہ کے احکام پر عمل کریں۔

اُس وقت بنی اسرائیل کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا اور آج بھی سب کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ لوگ اللہ کے نبی محمد ﷺ پر ایمان لے کر آئیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں اور جو نبی امی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور ا‘سے مدد دی اور اس کے نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہی لوگ نجات پانے والے ہیں (١٥٧)

یہاں اللہ کے نبیؐ کے لئے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ رسول، اُمّی اور نبی۔

رسول جس پر کتاب نازل ہو۔ نبی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اُمّی یعنی اَن پڑھ۔

اُمّی۔ جس کا علم کا ذریعہ صرف ماں ہو۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کا کوئی اُستاد نہیں تھا۔

مکہ والوں نے یہی شکایت کرنی تھی کہ کسی اُستاد نے سکھا دیا ہے۔

اللہ کے نبیؐ کے سینے پر آیات نازل ہوتی تھیں۔ شروع میں وہ ڈرتے تھے کہ بھول نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ اُن کو یاد کروائے گا اور اُن کے سینے میں محفوظ کر دے گا۔

یہ اُمّی ہونا اللہ کے نبیؐ کے لئے عزّت کی بات تھی کہ کوئی اُستاد نہیں ہے۔

تورات اور انجیل میں آپؐ کا نام احمد آیا تھا۔ اللہ کے نبیؐ کی خوبیاں بتائی گئی تھیں۔

بخاری شریف کی اس روایت میں اس ذکر کے بعد کہ آپ بد خلق نہیں، یہ بھی ہے کہ آپ بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں، آپ برائی کے بدلے برائی کرنے والے نہیں بلکہ معافی اور درگزر کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری:4838

اللہ کے نبیؐ کی پیدائش کی جگہ مکّہ بتائی گئی تھی۔ یہود نے بدل کر بکہ کر دیا اور فلسطین میں ایک بکہ نام کی بستی بنالی۔ اللہ کے نبیؐ ہجرت کر کے جائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ اور اُن کی اُمّت کی اور بھی کئی خصوصیات بتائی گئی تھیں۔

'۔۔ وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے۔۔' ہم بہترین اُمّت ہیں کہ ہم نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ کیا اپنے گھر والوں کو روکتے ہیں؟ کیا اپنے بچوں کو بھی کہتے ہیں؟

اللہ کے نبیؐ اپنی بیوی کو اُٹھا کر نماز کے لئے کہا کرتے تھے۔ اپنی بیٹی سے کہا کرتے تھے کہ میری اُمید پر نہ آنا۔ اپنی نیکیاں ساتھ لے کر آنا۔ حدیث کا خلاصہ ہے کہ ہر ایک سے اُن کی رعیت (اپنے گھر والوں، جن کے آپ ذمّہ دار ہیں)۔ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

'۔۔اوران کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔۔'

بنی اسرائیل کے علماء نے جان بوجھ کر شریعت کو مشکل بنالیا تھا۔ مصنوعی قسم کا تقویٰ ظاہر کرنے لئے کچھ چیزیں اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔

دین سورج کی روشنی کی طرح ہے۔ بالکل صاف اور واضع۔ ہمارا دین بھی ایسا ہی ہے۔ دین فطرت کے مطابق ہے۔ لیکن مصنوعی روشنیوں اور لائٹوں میں آکر جیسے کپڑے کا رنگ بدل جاتا ہے ایسے ہی لوگ دین کو بدل دیتے ہیں۔

مثال: ہمیں پتا ہے کہ شادی نکاح اور ولیمے کا نام ہے۔ لیکن کچھ لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پیلا جوڑا پہن کرمایوں اور مہندی مناتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ مذہبی طبقے پیلے جوڑے کو ہی حرام قرار دے دیں۔ یہ ہے غلو کرنا۔ اپنی طرف سے احتیاط کرنا۔ احتیاطاً کسی چیز کو حرام کر دینا۔

یا جیسے کچھ لوگ وضو کرتے ہوئے دوپٹہ لینا لازمی سمجھتے ہیں۔

جب دین مین اضافے ہوتے ہیں (کمی زیادتی ہوتی ہے) تو اللہ ہزار سال بعد ایک مجدد کو بھیجتا ہے۔ یہودیوں نے دین میں کمی اور زیادتی کی تو عیسیٰؑ نے آکر صحیح دین لوگوں تک پہنچایا۔ پھر اللہ کے نبیؐ کو بھیجا گیا کہ نصاریٰ نے دین میں تبدیلیاں کردی تھیں۔

'۔۔اوران پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں۔۔'

پہلی امتوں میں بہت سختیاں تھیں لیکن پروردگار عالم نے اس امت سے وہ تمام تنگیاں دور فرمادیں۔ آسان دین اور سہولت والی شریعت انہیں عطا فرمائی۔

یہ اس طرح کے فضول قسم کے رسم ورواج سے جان چھوٹ گئی۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم آج خود پر پھر یہی بوجھ لادرہے ہیں۔ بیوہ عورتوں کے مسائل اور جہیز کے مسائل۔

یہاں نماز روزے کا ذِکر نہیں ہے۔ ان احکام کا تعلق ہماری روز مرّہ زندگی سے ہے۔

یہ ہماری معاشرتی زندگی اور ہمارے رہن سہن کے بارے میں احکام ہیں۔

ہم سب اپنا محاسبہ کریں کہ کیا ہم اپنے لئے اور دوسروں کے لئے آسانیاں کرنے والے ہیں؟